

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

گندری ہوئی تاریخ کے کچھ اوراق سامنے رکھ کر، یا جغرافیائی طور پر دور پار کے کچھ ممالک کے حالات جان کر یہ اندازہ کیا جاتا تھا کہ روسی جابریت اور سوشلزم کے خونخوارانہ انقلاب کا عمل کس طرح ہوتا ہے۔ مگر آج ہم ٹیڈوسی برادر ملک میں یہ سب کچھ ہوتا ہوا اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے گھر کی چھت سے ساتھ کے آنگن میں مار دھاڑ دیکھی جا رہی ہو۔

برطانیہ جب تک برصغیر میں رہا اُس نے اپنی ڈپلومیسی سے افغانستان کو ایک محفوظ حاجب سیٹھ کی طرح قائم رکھا۔ بلکہ برصغیر سے چلے جانے کے بعد بھی اس کی سیاست خارجہ کی آنکھ افغانستان پر رہی۔ اور وہ ایسی تدبیریں اختیار کرتا رہا کہ روس افغانستان کو ایک آزاد و خود مختار ملک کی حیثیت سے علیٰ احالہ رہنے دے۔ مگر جنگی، سفارتی اور تجارتی مہارتوں سے قائم شدہ یہ توازن ٹوٹ گیا۔

روس نے افغانستان سے دوستی کے تعلقات بڑھائے، اُسے کچھ امداد دی جاتی رہی۔ امداد کے ساتھ روسی ماہرین بھی آئے جن میں کمیونزم کے نقیب بھی تھے اور وہ تعلیم یافتہ فوجیوں پر اثر انداز ہوتے رہے، اور کچھ جاسوس بھی ہو سکتے ہیں جو افغانستان کی حکومت، اس کے نظم و نسق اور اس کی فوج اور عوام کے بارے میں کرملین کو ضروری معلومات بہم پہنچاتے رہے ہوں۔

روس کو جب کوئی کارروائی کرنی ہوتی ہے تو وہ بالعموم دوستی کے راستے ہی کی جاتی ہے۔ اسی دوستی کے ماحول میں وہ انقلاب اُٹھوا کر ظاہر شاہ کو رخصت کیا گیا اور سردار داؤد آگئے۔ سردار داؤد کو روس نے مرغ دست آموز بنانے کی کوشش کی، مگر جادو نہیں چلا۔ نتیجہ یہ کہ سردار داؤد اور

اس کا خاندان ایک دن اچانک اپنے خون کے سیلاب میں بہ گئے۔ ترکہ کی آئے، وہ بھی مطمئن نہ کر سکے، ان کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ پھر حفیظ اللہ ابن آئے۔ وہ بھی کا ساما نہیں نکلے۔ لہذا انقلاب نے انہیں بھی موت کے حوالے کر کے کرسی اقتدار پر برک کار مل کو لا بٹھایا۔

بیس ماہ میں تین خون ریزہ محلاتی انقلاب !

اور دوسری طرف وزیروں، سرکاری افسروں، ملازموں، استادوں اور وکلاء اور ائمہ اور خطیبوں اور قبائلی سرداروں کی صفیں مسلسل گولیوں کا نشانہ بنائی جاتی رہیں۔ دھڑ عوام کی بھاری اکثریت بے سرو سامانی کے باوجود اقل روزہ ہی سے اشتراکی لادینیت کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے بڑے شہروں کے آس پاس کے علاقوں کے علاوہ سرزمین افغانستان کا بڑا حصہ قبضے میں لے لیا۔ سرکاری اسلحہ چھین چھین کر فوج سے لڑتے رہے۔ پھر فوج کی ٹولیاں بھی اُن سے جا کر ملنے لگیں۔ رادھ چار لاکھ سے زیادہ مہاجرین ایمان اور آزادی اور آبرو کو بچانے کے لیے پاکستان میں پناہ گزیں ہیں۔ حکومت کے پاس اب فوج کا نصف حصہ رہ گیا ہے۔ یہ صورت اگر چند سے اور رہتی تو کسی بیرونی امداد کے بغیر بھی غیور پٹھان اشتراکی اقلیت کے تسلط کو ختم کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔

اس نازک مرحلے پر کمیونسٹ اقلیت کے تسلط اور اُس کے وجود کو افغانستان میں بچانے اور مستحکم کرنے کے لیے روسی فوجیں ٹوٹ پڑیں۔ دس بیس ہزار نہیں، قریباً ایک لاکھ سپاہ بکتر بند گاڑیوں، راکٹوں، میزائلوں، نیپام بموں، جدید ترین ہوائی جہازوں اور ہیلی کوپٹروں کے ساتھ افغانستان میں پھیل گئی ہے، جیسے گھاس کی ہر پتی اور پتھر کے ہر سنگ ریزے سے لڑائی لڑنی ہے۔ افغانستان جیسے ملک میں ایسی بھاری فوجی قوت کا داخلہ یہ بتاتا ہے کہ کامل غارت گری مطلوب ہے۔ افغان عوام کی بھی، اور اسلام کی بھی !

کہا جاتا ہے کہ یہ جارحیت نہیں ہے، ہم لوگ تو افغانستان کی دعوت پر غیر ملکی مداخلت کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے آئے ہیں ؟

اچھا تو آپ کو بلانے والا کون تھا ؟ کہتے ہیں کہ کوئی ٹیلیفونی پیغام حفیظ اللہ امین کی طرف سے دیا گیا تھا۔ یہ اگر درست ہے تو آپ نے خود حفیظ اللہ امین کو کیا تحفظ دیا جس کی دعوت پر امداد کرنے

آئے تھے؟ کیا حفیظ اللہ امین کا خاتمہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ وہ خود ایک غیر ملکی مداخلت کا شکار ہوا۔ اور وہ مداخلت روسی ہی تھی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دعوت انقلابی کونسل نے دی تھی۔ انقلابی کونسل کی ماہیت ذرا بیان فرمائیے اس میں مختلف سوہوں اور دیہاتی عوام کی نمائندگی کہاں تک تھی۔ اسے کیا قوم نے خود تشکیل دیا تھا؟ کیا اس میں تمام نقطہ ہائے نظر کے لوگ شامل تھے؟ کیا وہ شہریوں کی اکثریت کا اعتماد رکھتی تھی یا وہ اکثریتی اقلیت کی قائم کردہ اور اکثریتی اقلیت کا اقتدار ملک پر مسلط کرنے کے لیے تشکیل پائی تھی؟ اگر ایسا تھا تو کیا کسی بھی مہذب حکومت کا یہ کام ہے کہ وہ کسی جبری اور خون ریز طریقوں سے اقتدار پر قبضہ کرنے والی اقلیت کو اس غرض کے لیے مدد دے کہ وہ اکثریت کو اپنا شکار بنا سکے؟ یا سی ماری جبری طور پر حکمرانی کرنے والے پرچمی اور خلقی کمیونسٹوں کی مجموعی تعداد کیا ان مہاجرین کے بھی برابر ہے جو ملک سے باہر آچکے ہیں جب یہ نہیں تو مدد کو آنے والی قوت کا کام تھا کہ وہ اکثریت کی حمایت میں کھڑی ہوتی اور اس پر جبر کرنے والی اقلیت کو ملیا میٹ کر دیتی جو نہ دنیا کے ہر ملک میں کوئی نہ کوئی اقلیت باہر سے فوجی مدد طلب کر سکتی ہے۔ یہ جو بار بار غیر ملکی مداخلت کا نام لیا جاتا ہے۔ یہ بالکل خیالی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ حفیظ اللہ امین کے دور تک، اور اس کے بعد بھی تاحال نہ تو امریکی یا چینی یا پاکستانی یا ایرانی مداخلت کا رو کون۔ دو چار سو کی تعداد میں نہ سہی۔ دس یا پانچ کی تعداد میں بھی عالمی پولیس کے سامنے نہیں لایا جاسکا۔ کوئی غیر ملکی یا غیر روسی اسلحہ پیش نہیں کیا گیا۔ آخر یہ کیسی بیرونی مداخلت ہے؟ اگر بیرونی مداخلت سے مراد یہ ہے کہ چھاپہ مار عوام میں سے کچھ لوگ سرحدوں سے باہر جنگ کی تربیت پا کر آتے ہیں تو اول تو تربیتی اڈوں کی نشاندہی ہوتی چلے گی تھی۔ خصوصاً پاکستان میں ایسے اڈوں کا وجود ثابت کرنا ضروری تھا کیونکہ پاکستان کے خلاف یہ الزام بار بار بیان کیا گیا ہے۔ اور اگر سرحدوں سے باہر سے اس نوعیت کی مداخلت ہو بھی رہی تھی کہ سو پچاس افراد کچھ تربیت لے آتے رہے ہوں تو اس معمولی سی صورتِ حالات سے یہ کیسے جائز ہوتا ہے کہ ایک لاکھ روسی فوج مع جدید ترین مہلک سازہ و سامان کے افغانستان میں داخل کر دی جائے۔ آخر کسی ملک کے ہتھیار و غیر تربیت یافتہ عوام اقلیتی جبریت کے خلاف کیسے لڑیں؟ اور بھارت کی طرف سے تو مینٹر سے بدل بدل کر جو بیان دیے گئے ان میں روسی جارحیت کی حمایت یہ کہہ کر کی گئی ہے کہ چھاپہ ماروں کو تربیت دے کر دوسروں نے اس کا جواز پیدا کیا ہے۔

اگر ہم یہ نقطہ بھول بھلا بھی دیں کہ سندھ میں اندرا گاندھی حکومت کے تحت سن ۱۹۷۱ء میں چھاپہ ماروں کو تربیت دے کر سابق مشرقی پاکستان میں منظم طریق سے بھیجا جاتا رہا تھا اور اس بیرونی مداخلت کی سزا بھی بیرونی مداخلت کرنے والوں کو نہیں، بلکہ بیرونی مداخلت کرنے والوں نے اصل باشندوں اور ان کی فوج کو دی تھی۔ اندرا گاندھی اپنے زور و تدبیر کے ساتھ یہ بتائیں کہ اگر لاکھوں بے سروسامان چھاپہ ماروں میں سے ایک ہزار نے بھی تربیت پائی ہو تو ان کو تھمس نہس کرنے کے لیے اول تو افغانستان کی اپنی فوج کم نہ تھی، اور اگر روسی فوج کی مدد درکار بھی تھی تو آخر ایک لاکھ کا لشکر جبراً کس لیے؟

قدرتی طور پر جب کوئی فوجی جارحیت بہانے ڈھونڈ کر کی جاتی ہے۔ اور فوج کی تعداد اور اسلحہ کی مقدار محض کسی ملک کے اندرونی قضیوں کو درست کرنے سے زیادہ ہوتی ہے تو یہی نتیجہ نکلا جاتا ہے کہ اصل مقصد کچھ اور ہے۔

اصل مقصد پہلے سے مختلف صورتوں میں بیان ہو چکا ہے۔ روس کو ایک تو ایران، عرب اور فریقی ممالک کے تیل کے خزانوں پر قبضہ کرنا ہے۔ دوسرے اُسے گرم سمندروں پر اقتدار چاہیے۔

یہ مقصد جہاں عربوں کے لیے واضح خطرہ سامنے لاتا ہے، وہاں پہلے درجے میں ایران اور پاکستان ایسے دو ملک سامنے آتے ہیں جو جغرافیائی سیاست کی حالیہ تبدیلی کے نتیجے میں دوسرا نشانہ بن سکتے ہیں۔ پاکستان میں روس فوارا اشتراکی عناصر پچھلے عرصے میں کہتے چہرے ہیں کہ ہم افغانستان جیسا انقلاب پاکستان میں بھی لانا چاہتے ہیں، بلکہ بعض نے تو انفرادی طور پر مذاق مذاق میں اختلاف کرنے والے دوستوں سے کہہ دیا ہے کہ عنقریب ہم تمہیں بھانسیوں اور گولیوں کا لقمہ بنائیں گے۔

لیکن پاکستان ہو یا ایران، دونوں ملکوں میں اسلامی انقلاب کے نئے شعوری اور ایمانی جذبات اس حد تک رد عمل آچکے ہیں کہ دنیا کی کسی بھی بڑی طاقت کی جارحیت کے آگے مسلمان قومیں ناک رگڑنے پر تیل نہیں ہوں گی اگر افغانستان کے باشندے ایمان و غیرت کے بل پر شدید بے سروسامانی اور بے شمار جانی نقصانات کے باوجود مہینوں رد سکتے ہیں۔ اور جہاں وہ بالکل نہتے ہوں وہاں کھلاڑیوں اور لٹھیوں اور چاقوؤں کا استعمال کر کے اپنی بیزاری کا اظہار کر سکتے ہیں؛ تو کوئی وجہ نہیں کہ پاکستان اور ایران کے مسلم باشندے اپنے ایمان و غیرت سے کام لے کر معرکہ آرا نہ ہوں۔ جو قوم سردوں اور لاشوں کے پہاڑ کھڑے کرنے اور اپنے لہو کے

دریا بہا دینے پر تیار ہو جائے اس پر عمل کرنے والے ان پیادوں اور ریاضوں کو پار نہیں کر سکتے۔

ضرورت پڑے۔ پاکستان کو اصل اپنے بل بوتے پر کھڑا ہونا چاہیے۔ ہماری فوج دنیا کی بہت اچھی فوج ہے۔ وہ اسلحہ اور سامان سے بھی بالکل تہی دامن نہیں۔ ہتھیاروں کی کمی بیشی کے باوجود لڑائی لڑی جاسکتی ہے ہمارا اصل قوت ہمارا مقدس عقیدہ، نظریہ اور ہمارا ایمان ہے۔ ہم اور ہمارا جذبہ جہاد ہے۔ ایک بار حالات اس جذبے کو بیدار کر دیں تو پھر قوت سامان کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے ہم سامان بھی فراہم کر لیں گے اور بے سرو سامانی میں بھی کٹ مریں گے۔

غنیّت ہے کہ ہم ایکے نہیں ہیں۔ روسی جارحیت کی زد میں آنے والی قوتیں بہت سی ہیں۔ عالم اسلام کو خطرے کا احساس ہو گیا ہے۔ اس کے ساتھ مغرب، ممالک بھی چونک اٹھے ہیں چین بھی پہلے ہی سے چونکا ہوا وقت کے اس نئے چیلنج کا کامیابی سے سامنا کرنے کے لئے چند امور بے حد ضروری ہیں۔

۱۔ مخالف اسلام نظریات، خصوصاً مادہ پرستانہ اٹھ تراکی تصورات کو اس کا موقع نہیں دیا جانا چاہیے کہ وہ ہمارے فوجوانوں کے دل و دماغ میں زہر پھیل سکیں۔ ہماری صفوں کو بھاڑ سکیں، ہمارے علیحدگی پسندوں کو بھڑکائیں اور ہمارے نشری اور اشاعتی اداروں کو ہمارے خلاف استعمال کریں۔

۲۔ جہاد کے لیے جس مکمل اتحاد کا ہونا ضروری ہے اس کے لیے سخت ضرورتوں کا وہ تفرقہ بازی ہے جو مسلمانوں کو آپس میں ہمیشہ بھاڑتی رہتی ہے، نمازیں الگ، کراتی، رشتے ختم کراتی ہے، تکفیری ہٹا چلائی ہے، حتیٰ کہ مسجدوں کو باقاعدہ حملے کر کے ان کو فتح کرتی رہتی ہے۔

مختلف گروہوں کے علماء کو جمع ہو کر اختلاف کی بجائے مدد ملے کہ فی چاہشیں اور پیروکاروں سے ان کی پابندی۔ کرانے کا پروگرام بنانا چاہیے کہ اسلامی اخوت اور نقصان نہ پہنچے، اور قومی اتحاد و جمیل اسکے کہنے کو ہر کوئی اتحاد کے راگ الاپتا ہے مگر ہر مسلم کے ایسے شرطیہ ت و اعتماد کو پورا نہیں کیا جاتا۔

۳۔ علاقائیست کی بنیاد پر علیحدگی پسندوں کے قلم و دہن سے اب تفرقہ کی کوئی بات نہیں لگنی چاہیے۔

۴۔ رشوت، خیانت، تشدد، اور مختلف جرائم ایک دوسرے سے زور پکڑ رہے ہیں۔ قانون اپنی جگہ ان کے خلاف پہلے سے زیادہ مضبوط کارروائی کرے، لیکن دوسری طرف ملک و قوم کی بقا اور دین و ایمان کے تحفظ کے لیے دردمندانہ اپیلیں کرتے ہوئے لوگوں سے درخواست کی جا رہی ہے کہ وہ ان ہلاکت آفرین خرابیوں

سے کنارہ کش ہو جائیں۔

۵۔ غرض حال طبقتوں کو تلقین کی جائے کہ وہ زندگی کو مسرفانہ مصاہروں سے خالی کر دیں، تاکہ ان کی تقلید کر کے متوسط اور غریب شہری تباہ نہ ہوں۔ دولت پرستی کا چکر ختم کیا جائے۔ آرائشوں اور آرائشوں کی روک تھام کی جائے، اور قانونی طور پر زمین اور مکان سے لے کر گاڑیوں اور بالاس تک، ہر دکان سے میں "تخفیات" نافذ کر دی جائیں۔ اس تحوی عملی میں قیادت پیش رو بنے اور نونہ سے۔

۶۔ عمومی حیثیت میں ذرائع ابلاغ اور اخبارات اور سرکاری تقاریر کے ذریعے دیندارانہ زندگی اختیار کرنے پر لوگوں کو تیار کیا جائے۔ ربیع الاول کے مہینے میں لوگ حضورؐ کی محبت کا کم سے کم یہ مظاہرہ ضرور کریں کہ وہ نماز اختیار کر لیں۔

یہ تبدیلیاں جہاد کے لیے صحیح جذبات کو فروغ دینے کا باعث ہوں گی۔

ادھر امریکہ کے صدر کارٹر افغانستان میں روسی جارحیت کے خلاف بڑے زور سے متحرک ہوئے ہیں اور ساری دنیا کی رائے عام کو انہوں نے متحرک کر دیا ہے۔ امریکہ اور مغربی ممالک کے بڑے وسیع مفاد خطرے میں پڑ رہے ہیں اور روسی جارحیت کی ذرا سی مزید پیش قدمی انہیں مستقل طور پر عالمی اثر و رسوخ کے لحاظ سے پسا کر دے گی۔

مگر امریکہ کی کچھ کمزوریاں بھی ہیں۔

۱۔ امریکہ (اور دوسرے مغربی ممالک) کے مذہبی اتنے کوتاہ نظر تھے کہ آج جو کچھ ہوا ہے وہ اس کا اندازہ دس برس پہلے نہیں کر سکے، حالانکہ اوسط سمجھ بوجھ کا آدمی بھی روس کی آئندہ ضروریات اور اس کے عزائم اور اقدامات کا نقشہ تیار کر سکتا ہے۔ افغانستان جب تباہ ہو گیا تو آسٹریلیا، دس سال تو کیا، اگر دو سال پہلے بھی امریکی قیادت یہ اندازہ کر سکتی تو وہ ایران اور پاکستان اور ترکی کے ساتھ اپنے تعلقات خراب کرنے سے ہر قیمت پر استراذ کرتی۔ انہی تعلقات کی خرابی نے روس کو بہترین موقع فراہم کیا ہے۔

۲۔ روس کی دوسری زیادتیاں — خواہ وہ اٹلی اور صومالیہ کے مسلمانوں کے خلاف حکومتوں کی فوجی مدد کی صورت میں ہوں یا جنوبی چین میں اشتراکی اڈا بنانے کی صورت میں — امریکہ کو ذرا بھی احساس نہیں دلا سکیں۔ بات جب آخری مرحلے پر پہنچی تو اب رہ چوڑا ہے۔

۳۔ امریکہ کے آرائش پرست لوگ اپنی سرحدوں سے باہر جنگ ویت نام کے بعد کوئی لڑائی لڑنے کے

قابل نہیں ہیں اور نہ وہ افغانستان کو روسی جارحیت سے بچانے کے لیے روس کی طرح بطور خود کوئی کارروائی کر سکتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اپنی ریٹائی دوسروں سے لڑوائیں۔ خود امریکہ کے اندر بھی وہ مشینوں کے ذریعے لڑائی لڑ سکتے ہیں۔ جن کے بٹن دبانے سے زیادہ انہیں کچھ نہ کرنا پڑے۔ میرے نزدیک مستقبل میں امریکہ بین الاقوامی دائرے میں براہ راست کوئی مؤثر فوجی اقدام کبھی نہیں کر سکتا۔ روسی سپر پاور کے مقابلے میں امریکی سپر پاور کی یہ بیماری کمزوری ہے۔

اگر یہ کمزوری نہ ہوتی تو رویت نام میں ذلت آمیز پسپائی کے جو وجہے امریکہ کے دامن پر لگے ہوتے۔ انہیں وہ افغانستان میں یہ آرام دھو سکتا تھا۔ کیونکہ ویت نامی عوام کے بخلاف افغانستان کے عوام کی بھاری اکثریت اس کے ساتھ ہوتی۔

۴۔ امریکہ کسی حال میں نہ خفیہ فیصلے کر سکتا ہے، نہ فوری اقدام صدر، سینیٹ، کانگریس، پریس، رائے عام سب کو ہم آہنگ کرتے کرتے اتنا وقت گزر جاتا ہے کہ کوئی بات ہو بھی تو بعد از وقت ہوتی ہے۔ ”جیسے کوتیا“ کے اصول پر کچھ نہیں ہو سکتا۔ سرے سے یہاں کوئی ایسی صورت قابل تصور نہیں ہے کہ جس طرح اچانک روس کی فوج افغانستان میں داخل ہو گئی تھی۔ امریکہ بھی اچانک کوئی فوری حرکت کر کے روس اور تمام دنیا کو چکر میں ڈال دیتا۔

مزید خرابی یہ ہے کہ صدارتی انتخابات سر پر ہیں اور صدر کارٹر کو ہر بات تول کر کہنی ہوتی ہے کہ کیا فیصلہ کس حد تک وٹروں کو پسند ہوگا۔ دنیا میں کچھ ہو جائے اس وقت تو امریکی وٹروں کا لحاظ ہر چیز سے برتر ہے روس کو ایسا کوئی الجھاوا نہیں ہے۔

۵۔ امریکہ کے خلاف زیر گفتگو خطے میں — یعنی عالم اسلام، افریقی ممالک اور جنوب مغربی ایشیا (برصغیر) میں عام رائے ابھی نہیں ہے، بلکہ ہر ملک یہ محسوس کرتا ہے کہ امریکہ سے تعلق رکھنا اس کے لئے باعث رسوائی ہوگا۔ خاص طور پر پاکستان اور امریکہ کے درمیان بے اعتمادی کی فضا عرصہ موجود ہے، ۶۔ مذکورہ وجوہ سے امریکہ کوئی مؤثر کارروائی کرنے کے لئے دوسری قوتوں کے ساتھ ایک طرح کا متحدہ مہمڈ بنانے پر مجبور ہے۔ اس پہلو سے بلاشبہ اس کی کامیابی حیران کن ہے کہ مجموعی طور پر عالمی رائے عام کو اس نے تیزی سے روس کے خلاف متحرک کر دیا ہے، نیز مغربی ممالک، اسلامی ممالک اور جاپان، آسٹریا اور چین وغیرہ اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ (باقی برصغیر ۴۴)